افتخار محمد چوہدری کراچی میں وکلاء برادری کے اجلاس کو خطاب کر سکتے ہیں۔ حالانکہ اس اجلاس کا بنیادی مقصد سیاسی نہیں بلکہ آئین و عدلیہ کی آزادی کی حمایت کرنا تھا۔ چنانچہ جونہی جناب چیف جسٹس اور اُن کے ساتھی کراچی ہوائی اڈے پر اُترے، انہیں ہوائی اڈے پر روک لیا گیا اور پورے شہر کی سڑکوں کو اور خاص طور پر شاہراہِ فیصل کو بڑے بڑے کنٹینر کھڑے کر کے مکمل طور پر بند کر دیا گیا ہے اور اس کے بعد قتل و غارت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ یہ خونی ہنگامے کس نے کرائے اور کیوں کرائے؟ اس کا صحیح جواب تو سرکاری انکوائری ہی سے سامنے آئے گا، لیکن یہ المیہ اتنا بڑا ہے کہ پورے ملک کے اہلِ نظر اور اصحابِ درد تڑپ تڑپ اُٹھے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کراچی کے امن و آشتی کو تباہ کر کے ہم نے کیا پایا! کیا سیاست اسی کا نام ہے کہ زبان، نسل اور مذہب کے نام پر اپنے ہی بھائیوں اور غریب شہریوں کا خون بہایا جائے۔

ملک کے اربابِ دانش، سیاسی جماعتوں اور سماجی تنظیموں نے یہ مطالبہ بروقت کیا ہے کہ حکومت کراچی کے المیہ کی تحقیقات کے لیے ایک قومی کمیشن مقرر کرے جو اس شرمناک ہنگامے کے اسباب و عوامل کا سراغ لگائے، اور مجرم اپنے کیے کی سزا پا سکیں۔

لال مسجد۔ اسلام آباد کا مسئلہ:

فارسی کے ایک معروف شاعر عرفی نے کہا تھا:

ہر بلائے کہ از آسماں می آید
می پرسد خانۂ عرفی کجا است؟

''آج جو بھی بلا آسمان سے اُترتی ہے سب سے پہلے پوچھتی ہے کہ عرفی کا گھر کہاں ہے؟''

یہی کچھ آج کل آسمان ہمارے ساتھ کر رہا ہے۔

لال مسجد کا ہنگامہ یا تماشا ادھر کئی ماہ سے چل رہا ہے۔ اب اس نے بدقسمتی سے ایسی صورت اختیار کر لی ہے، جس پر اہلِ نظر جو اپنے مذہبی، فکری اور اخلاقی سرمایے پر مجتہدانہ نظر

رکھتے ہیں، آزردہ ہیں۔ کیونکہ اسلام آباد کی انتظامیہ اور لال مسجد کے اربابِ اختیار کی باہمی چپقلش ہماری مقدس روایات اور ہمارے وطن کی عزت و آبرو کے لیے ایک چیلنج بن گئی ہے۔ لال مسجد کی انتظامیہ کا کہنا ہے کہ مقامی حکومت یا اسلام آباد کی انتظامیہ نے اسلام آباد کی بعض مساجد کو شہید کر کے مساجد کی زمین پر قبضہ کر لیا ہے۔ نیز وہ (لال مسجد کے متولی) اسلام آباد کے سماجی اور اخلاقی مسائل کا حل شریعتِ اسلامیہ کی تعلیمات کی روشنی میں کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن اسلام آباد کی انتظامیہ اس راہ میں رکاوٹ ہے۔ لال مسجد کے اربابِ اختیار کے برعکس اسلام آباد کی انتظامیہ کا کہنا ہے کہ لال مسجد والوں نے اسلام آباد میں بچوں کی ایک سرکاری لائبریری پر ناجائز قبضہ کر رکھا ہے۔ نیز لال مسجد والے اسلام آباد کے سماجی مسائل کا حل شرعی احکام کے نام پر خود کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ یہ کام ملک کی سرکاری عدالتوں کا ہے۔ غرضیکہ آج اسلام آباد کی انتظامیہ اور اصحابِ لال مسجد کے درمیان ایک تناؤ ہے جس سے نہ صرف ہمارا قومی وملی وقار مجروح ہو رہا ہے، بلکہ شہر کے امن و آشتی کے لیے بھی خطرہ بن سکتا ہے۔

بے شبہ ہمیں اربابِ لال مسجد کے اس نقطۂ نظر سے اتفاق ہے کہ ہمیں اپنے سماجی مسائل کا حل اپنی اخلاقی اور شرعی تعلیمات میں تلاش کرنا چاہیے اور اخلاقی جرائم کے فیصلے شرعی احکام کے مطابق ہونے چاہئیں۔ یہاں تک اُن کا کہنا درست ہے۔ لیکن اصحابِ لال مسجد نے ایک قدم آگے بڑھ کر کہا کہ ہم خود (لال مسجد کے اصحاب) اپنے مسائل کا حل شرعی احکام کے مطابق کریں گے۔

واقعہ یہ ہے کہ مسلم سوسائٹی نے ہمیشہ اپنے سماجی مسائل کا حل اپنی روحانی روایات اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تلاش کیا ہے۔ کیونکہ نظری طور پر شریعتِ اسلامیہ نام ہی ہے عدل و انصاف کا۔ لیکن ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اصحابِ لال مسجد نے اپنی منزل تک پہنچنے کے لیے جو راہ اختیار کی ہے، وہ 'حجاز' جانے کی بجائے 'ترکستان' جاتی ہے۔ اس لیے ہمیں ان کے طریقِ کار سے سخت اختلاف ہے۔ سوسائٹی میں نظم و نسق کو برقرار رکھنے اور ریاست میں عدل و انصاف کے قیام کی بنیادی ذمہ داری ریاست کی ہے۔ اگر ملک کا کوئی شہری یا مذہبی

Monthly MUHADDIS
99-J Model Town, Lahore-547..
Phone 5863476-5866396

جماعت خود 'ریاست' کی قبا پہن کر ملکی قانون کو اپنے ہاتھ میں لیتا ہے تو اس سے فتنہ وفساد کا ایک نیا دروازہ تو کھلتا ہے، لیکن عدل و انصاف کا قیام ریاست کے اندر نئی ریاست قائم کرنے سے وجود میں نہیں آتا۔ اس طرزِ عمل سے فساد اور صرف فساد ہی جنم لیتا ہے۔ قرآن مجید نے مسلم جماعت کے اخلاقی طرزِ عمل کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''الرحمٰن کے بندے تو وہ ہیں جو زمین پر فروتنی سے چلتے ہیں اور جب کوئی جاہل اُن سے الجھتا ہے تو وہ (تم پر سلامتی ہو) کہہ کر آگے نکل جاتے ہیں۔ (یہی لوگ ہیں) جو راتوں کو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے رہتے ہیں اور دُعائیں مانگتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھیو۔ کیونکہ دوزخ کا عذاب انتہائی دردناک عذاب ہے۔'' (الفرقان: ۶۳-۶۵)

واقعہ یہ ہے کہ علمائے لال مسجد نے سرکاری پولیس کے بعض آدمیوں کو 'اغوا' کر کے ایک انتہائی غلط اور غیر اسلامی قدم اُٹھایا ہے۔ نیز یہ کہ سرکاری پولیس کی مزاحمت کے لیے جن طلبا اور طالبات کو بزعمِ خویش مسلح کیا ہے، قومی اخبارات اور ٹیلیویژن پر اُن کی تصویریں دیکھ کر بڑا ہی دُکھ ہوا کہ ہمارے دوست (اصحابِ لال مسجد) علماء کے وقار کو ''کس سادگی'' سے مجروح کر رہے ہیں۔ جن خوش بختوں نے مولانا سیّد حسین احمد مدنی، مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا محمد طیب (دارالعلوم دیوبند کے سابق مہتمم) یا مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مفتی محمد شفیع، مولانا خیر محمد جالندھری اور مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی کو دیکھا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ قدسیوں کا یہ گروہ کس وقار اور تمکنت سے زندگی بسر کرتا تھا۔ اور اپنے پاکیزہ عمل سے بیمار روحوں کو نئی زندگی عطا کرتا تھا۔ ان علمائے حق میں بعض لوگ ایسے بھی تھے، جو برطانوی جیلوں میں کئی سال تک رہے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ میرٹھ جیل میں کانگریس کے لیڈر پرشوتم داس ٹنڈن جی اور مولانا سیّد حسین احمد مدنی دونوں اکٹھے تھے۔ چند ماہ کے بعد ٹنڈن جی نے حکومت سے کہا کہ انہیں کسی اور جیل میں بھیج دیں۔ جب اُن سے اُن کے بعض دوستوں نے وجہ پوچھی تو اُنہوں نے کہا کہ ''وہ مولانا حسین احمد کے طرزِ عمل سے اس قدر متاثر ہیں کہ اگر چند دن اور ہم اکٹھے رہے تو وہ (ٹنڈن جی) اسلام قبول کر لیں گے۔ لیکن وہ اپنا دھرم چھوڑنا نہیں چاہتے۔'' اللہ اکبر! یہ تھا خدا کے

بندوں کا طور طریقہ۔ اور ایک ہمارے دوست ''لال مسجد والے'' ہیں، جو لٹھ لیے 'وعظ' فرما رہے ہیں۔ ہماری اُن سے اپیل ہے کہ وہ اپنی موجودہ روش پر غور کریں۔ کیا اُن کا یہ طرزِ عمل اکیسویں صدی میں 'خوارج کا نیا ظہور تو نہیں' ہے۔ یہ دیکھ کر دُکھ ہوتا ہے کہ لال مسجد کے علماء اپنے طلباء اور طالبات کو لاٹھیوں سے مسلح کر کے ''پانی پت'' کی چوتھی جنگ جیتنے کے لیے میدان میں اُترے ہیں۔ ان کی اس روش سے علمائے حق کا وقار مجروح ہوا ہے۔ اقبال نے سچ کہا تھا کہ

''تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن''

مولانا ابوالکلام آزاد نے شیخ علائی کا ذکر کرتے ہوئے تذکرہ میں لکھا تھا کہ جب ان پر شیخ نیازی سے مل کر قرآن فہمی کا نیا دروازہ کھلا، تو بے اختیار پکار اُٹھے ''اب تک قرآن جس قدر پڑھتے پڑھاتے رہے تھے، بیضاوی و بغوی کی ورق گردانی تھی اور محض نقالی اور ورق گردانی سے قرآن کی حقیقت کب کھل سکتی ہے؟ اس کے لیے تو جبریلِ عشق کے فیضان اور دلِ دردمند کے الہام کی ضرورت ہے۔'' اس لیے لال مسجد کے علمائے کرام سے ہماری اپیل ہے کہ اگر انہیں کشاکشِ روزگار سے کبھی فرصت مل جائے تو وہ خود اپنی گھات میں کسی دن بیٹھ کر ''اپنی مذہبی سرگرمیوں کا'' جائزہ لیں، شاید انہیں حقیقتِ گم گشتہ کا سراغ مل جائے۔

بے شبہ انسانی سوسائٹی میں ہم ہر روز ایسے لوگوں کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں جو بزعمِ خویش اپنی نامرادی کے باوجود اپنے آپ کو زندگی میں کامیاب قرار دیتے ہیں۔ قرآن مجید نے ایسے فریب خوردہ لوگوں کے بارے میں فرمایا: ''اے پیغمبر! آپ کہہ دیجیے: ''کیا ہم تمہیں بتائیں وہ لوگ کون ہیں جن کی ساری کوششیں دُنیا کی زندگی میں کھوئی گئیں، وہ اسی فریب یا دھوکے میں پڑے رہے کہ اچھے کام کر رہے ہیں۔'' (سورۃ الکھف:۱۰۴)

آخر میں ہم بصد ادب یہ کہنے کی جسارت کریں گے کہ برصغیر پاک و ہند کی جدید تاریخ میں جن لوگوں نے بڑے بلند بانگ دعویٰ کیے تھے، ان میں سے ایک مرحوم محمد قاسم رضوی بھی تھے۔ جن کی غیر ذمہ دارانہ تقریریں سقوطِ حیدرآباد پر منتج ہوئیں۔ اُنہوں نے بھارت حیدرآباد سمجھوتے کی ہر کوشش کو ناکام بنایا۔ اُنہوں نے اپنی ایک تقریر میں جواہر لال نہرو کو

خطاب کرتے ہوئے کہا تھا۔ ''اگر جواہر لال نہرو نے حیدرآباد کا دوبارہ نام لیا تو سقوطِ لال قلعہ (دہلی) کے ہم ذمہ دار نہیں ہوں گے۔''[۱]

ہم نے یہی نعرے یہاں کی بعض مذہبی جماعتوں کے منشور میں بھی پڑھے ہیں۔

چنانچہ لال مسجد کے اربابِ اختیار سے ہماری اپیل ہے کہ وہ اپنے طرزِ عمل پر از سرِ نو غور کریں اور وقت کی حکومت پر اتنا ہی بوجھ ڈالیں جتنا وہ برداشت کر سکے نیز سرکاری قبا ریاست سے چھیننے کی کوشش نہ کریں۔ علمائے حق کے وقار کا یہی تقاضا ہے۔

[۱] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: ''مشاہدات''، مصنفہ ہوش بلگرامی۔